ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2632

Program: M.A. Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت)

کورس: طالعہ اہب عالم (2632) • سطح: ایم اے علوم اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ نمبر 6-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 40

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

کورس کا تعارف اور اس مشق کا جائزہ

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ نمبر 6 تا 9) کورس کے دوسرے حصے پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی پانچ سوالات ہیں، ہر سوال 20 نمبر کا ہے؛ کل نمبر 100 اور کامیابی کے نمبر 40 ہیں۔ سوالات حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں قرآنی تعلیمات، زرتشت کی شخصیت و تعلیمات، عیسائی عبادات و رسومات اور عیسائی فرقوں کے مذہبی

خیالات پر مشتمل ہیں۔ ہر مذہب و فرقے کا موقف اس کے اپنے بیان کے مطابق دیانت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ طالب علم تقابلی مطالعے کا درست رویہ سیکھ سکے۔ یہ گائیڈ صرف مطالعہ و رہنمائی کے لیے ہے؛ جوابات اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

سوال نمبر 1: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید کی تعلیمات (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید کی تعلیمات بیان کریں۔ (20)

تعارف

قرآن مجید میں سب سے زیادہ ذکر جس نبی کا آیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کا نام قرآن میں ایک سو چھتیس مرتبہ سے زائد مقامات پر آیا ہے اور ان کا قصہ سورہ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، اعراف، یونس، ہود، بنی اسرائیل، طہ، انبیا، مومنون، شعراء، نمل، قصص، احزاب، مومن، زخرف اور دیگر سورتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کثرت کی وجہ مفسرین یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت یعنی بنی اسرائیل کی تاریخ مسلمان امت کے حالات سے بہت مشابہ ہے اور ان کے قصے میں قیادت، امت کی تربیت، ظالم حکمران سے مقابلے اور شریعت کی تشکیل کے جو اسباق ہیں وہ ہر دور کے لیے رہنما ہیں۔ قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محض تاریخی شخصیت کے طور پر نہیں بلکہ رسول، کلیم اللہ اور اولوالعزم انبیا میں شامل عظیم پیغمبر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس جواب میں قرآن کی تعلیمات کو زندگی کے مراحل، رسالت و معجزات، شریعت و کتاب، اخلاقی اوصاف اور بنی اسرائیل کے ساتھ تعلق کے عنوانات میں بیان کیا جائے گا۔ تمام بیان قرآن کے معروف مضامین کا خلاصہ و مفہوم اپنے الفاظ میں ہے؛ کسی آیت کا لفظی ترجمہ بطور اقتباس پیش نہیں کیا جا رہا۔

ولادت و پرورش کے بارے میں قرآنی تعلیمات

قرآن مجید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر اس ظالم ماحول کے ساتھ کرتا ہے جس میں فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا۔ سورہ قصص میں اس کا مفصل بیان ہے کہ ان کی والدہ کو اللہ کی طرف سے الہام ہوا کہ بچے کو دودھ پلائیں اور خطرے کے وقت اسے دریا میں ڈال دیں اور خوف و غم نہ کریں، کیونکہ اللہ اسے واپس بھی کرے گا اور رسول بھی بنائے گا۔ صندوق دریا سے فرعون کے گھر والوں نے اٹھا لیا یوں دشمن کے گھر ہی میں نجات دہندے کی پرورش ہوئی۔ قرآن اس موقع پر فرعون کی بیوی کے ایمان دارانہ کردار کو بھی نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ بچے نے دایہ کا دودھ قبول نہ کیا تو بہن کی رہنمائی سے اس کی اپنی والدہ ہی کو دودھ پلانے پر مقرر کر دیا گیا اور یوں اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ اس پورے بیان کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ کی تدبیر انسانی تدابیر سے غالب آتی ہے اور کمزور کا سب سے بڑا سہارا اللہ پر توکل ہے۔

جوانی کے حالات میں قرآن بیان کرتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوانی کو پہنچے تو انہیں علم و حکمت عطا ہوئی۔ شہر میں دو آدمیوں کی لڑائی کے موقع پر ان سے ایک مصری کا قتل سرزد ہو گیا جس پر وہ نادم ہوئے اور اللہ سے مغفرت مانگی۔ اس واقعے کی خبر پھیلنے پر وہ مصر سے مدین کی طرف نکل گئے۔ مدین میں انہوں نے پانی پلانے میں دو خواتین کی مدد کی، ایک بزرگ کی مہمان نوازی حاصل کی اور ان کی صاحبزادی سے نکاح ہوا اور برسوں وہاں قیام کیا۔ قرآن کے اس بیان میں اخلاقی تعلیمات نمایاں ہیں: کمزور کی بے لوث مدد، اجرت پر امانت داری سے کام اور خاندانی زندگی کی تشکیل۔ یہ دور دراصل نبوت سے پہلے کی تربیت کا مرحلہ تھا جس میں تنہائی، محنت اور اہل خانہ کی ذمہ داری نے ان کی شخصیت کو وہ پختگی دی جو آگے چل کر عظیم ذمہ داری کے لیے درکار تھی۔

نبوت، رسالت اور فرعون سے مقابلہ

قرآن کے مطابق مدین سے واپسی پر وادی طویٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی۔ آگ کے پاس انہیں اللہ کا کلام سننے کا شرف ملا اور انہیں بتایا گیا کہ وہ منتخب بندے ہیں، نماز قائم کریں اور قیامت کا یقین رکھیں۔ عصا کا سانپ بننا اور ہاتھ کا روشن ہو جانا ان کے معجزات قرار پائے اور حکم ہوا کہ فرعون کی طرف جائیں کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سینے کی وسعت، کام کی آسانی، زبان کی گرہ کھلنے اور بھائی ہارون علیہ السلام کی معاونت کی دعا مانگی جو قبول ہوئی۔ سورہ طہٰ میں یہ دعا

مسلمانوں کی عام دعاؤں کا حصہ بن چکی ہے۔ دربار میں گفتگو کے قرآنی بیان میں توحید کی دلیل کائنات کے رب کی پہچان سے دی گئی ہے اور فرعون کے جبر کے جواب میں صبر و استقامت دکھائی گئی ہے۔ جادوگروں کے مقابلے اور ان کے ایمان لانے کا واقعہ بھی قرآن نے ایمان کی قیمت بتانے کے لیے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد آفات مصر، فرعون کی وعدہ خلافیاں اور آخر میں بنی اسرائیل کے خروج اور فرعون کے غرق کا بیان آتا ہے جس کی تفصیل پچھلی مشق میں بیان ہو چکی ہے۔ اس پوری کشمکش میں قرآنی تعلیمات کے تین نکات نمایاں ہیں: اول یہ کہ نبی کا مقابلہ فرعون جیسے جابر سے ہوتا ہے اور وہ ہتھیار کے بجائے دلیل، معجزے اور صبر سے کام لیتا ہے۔ دوم یہ کہ بظاہر طاقتور نظام کا انجام اس کے ظلم سے جوڑا گیا ہے تاکہ ہر دور کے جابروں کے لیے عبرت ہو۔ سوم یہ کہ ایمان لانے والے جادوگروں کے واقعے سے بتایا گیا ہے کہ حق کی پہچان کے بعد دنیاوی مراعات کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ قرآن اس قصے کو ماضی کی داستان کے بجائے زندہ اخلاقی آئینہ بنا کر پیش کرتا ہے اور اسی لیے اسے مختلف اسالیب میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

جدول 1: حضرت موسیٰ علیہ السلام — قرآن میں ذکر کے نمایاں مقامات اور موضوعات (خلاصہ)

نمایاں موضوع	سورت
ولادت، پرورش، مدین، نبوت اور فرعون سے مقابلے کی تفصیل	سورہ قصص
وادی طویٰ میں کلام، دعائے شرح صدر، سامری کا واقعہ	سورہ طٰہٰ
آفات مصر، الواح، بچھڑے کی پوجا اور توبہ	سورہ اعراف
دربار فرعون میں مکالمہ اور جادوگروں کا ایمان	سورہ شعراء
خروج کے بعد بنی اسرائیل کے واقعات و ناشکریاں	سورہ بقرہ
موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دیے جانے اور بنی اسرائیل کی تاریخ	سورہ بنی اسرائیل

کتاب و شریعت اور بنی اسرائیل کی تربیت

قرآن بیان کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت اور الواح عطا ہوئے جن میں نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل تھی۔ یہ کتاب بنی اسرائیل کے لیے ہدایت و امام و رحمت تھی جس کی حیثیت پچھلے سوال میں بیان ہو چکی ہے۔ طور سینا پر چالیس راتوں کے قیام کے دوران قوم نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ہوتے ہوئے بھی سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدید گرفت کی اور قوم نے توبہ کی۔ اس واقعے کو قرآن نے اس سبق کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ نجات پانے والی قوم بھی اگر چوک جائے تو گمراہی میں پڑ سکتی ہے اور قیادت کی غیر موجودگی میں فتنے سر اٹھاتے ہیں۔ اسی تسلسل میں من و سلویٰ، بادلوں کا سایہ، پانی کے چشمے اور پھر ارض مقدس میں داخلے سے انکار اور چالیس سالہ صحرائی زندگی کے واقعات بیان ہوئے ہیں، جن میں بنی اسرائیل کی ناشکری، شکوے اور نافرمانی کو عبرت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن کی اس تعلیم کا مقصد کسی قوم کی مذمت نہیں بلکہ آئندہ امتوں کو خبردار کرنا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا جائے اور قیادت کی اطاعت میں کوتاہی کی جائے تو کامیابی تاخیر کا شکار ہو جاتی ہے۔ اسی پس منظر میں قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صبر، غصے کے قابو، قوم کے لیے دعا و شفاعت اور بھائی کی اصلاح کی کوشش کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ وہ قوم کی کوتاہیوں پر ناراض بھی ہوتے ہیں اور ان کے حق میں اللہ سے معافی کی درخواست بھی کرتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر کا واقعہ سورہ کہف میں علم کے ادب کی تعلیم کے لیے بیان ہوا ہے کہ ظاہری اسباب سے ماورا حکمتیں ہوتی ہیں اور نبی جیسی عظیم شخصیت بھی علم کے حصول میں سوال و جستجو کو عار نہیں سمجھتی۔ یہ واقعہ مسلمان علمی روایت میں علم کی طلب کے آداب کا مستقل عنوان بن گیا ہے۔

اخلاقی اوصاف و مقام

قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی اوصاف بیان کرتا ہے: وہ اللہ کے منتخب و مخلص بندے تھے، انہیں کلیم اللہ کا شرف ملا کہ اللہ نے ان سے براہ راست کلام فرمایا، وہ رسول و نبی تھے، ان کی قوت و امانت کی گواہی مدین کے بزرگ کی صاحبزادی نے دی تھی کہ مزدور کے لیے بہترین وہ ہے جو قوی اور امین ہو، اور وہ اولوالعزم انبیا میں شامل ہیں جن کا صبر مثالی قرار دیا گیا ہے۔ غصے کا فطری اظہار بھی قرآن نے انسانی بشریت کے طور پر ذکر کیا ہے جس کے بعد وہ فوراً رجوع کرتے ہیں۔ اس جامع تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ

قرآن انبیا کو مافوق البشر مخلوق نہیں بلکہ کامل انسان بنا کر پیش کرتا ہے جن کی زندگی کے ہر پہلو میں پیروکاروں کے لیے نمونہ ہوتا ہے، لیکن وہ وحی کے پابند ہونے کی وجہ سے گناہوں سے محفوظ سمجھے جاتے ہیں یہ مسلم عقیدہ ہے۔

ایک اہم قرآنی تعلیم یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخری نبی کی بشارت اور ان کی امت کی فضیلت کے بارے میں دعا و تذکرہ کیا اور قرآن نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ توریت و انجیل میں آخری نبی کی صفات مندرج تھیں۔ اسی طرح قرآن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا رسول قرار دیتا ہے اور ان کی رسالت کو سابقہ انبیا کے تسلسل اور آئندہ وحی کی پیشین گوئی کے نظام کا حصہ بناتا ہے۔ یہود و نصاریٰ سے قرآن کا تعلق یہاں بھی تصدیق و تکمیل کا ہے: شخصیت کا احترام بھی ہے، تاریخ کی اصلاح بھی ہے اور حتمی ہدایت کی طرف دعوت بھی ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ اس موازنے کو جذبات سے ہٹ کر قرآن کے اپنے بیان کی روشنی میں سمجھے اور جہاں دینی حکم کے اطلاق کا معاملہ ہو وہاں اہل علم سے رجوع کرے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے عظیم رسول و کلیم ہیں جن کی زندگی کا ہر مرحلہ یعنی ظلم کے دور میں الٰہی حفاظت سے ولادت و پرورش، مدین کی تربیت، وادی طویٰ میں نبوت، فرعون سے دلیل و صبر کا مقابلہ، بنی اسرائیل کی نجات، توریت و الواح کی عطا اور قوم کی مشکل تربیت، امتوں کے لیے دائمی اسباق رکھتا ہے۔ قرآن نے ان کے قصے کو سب سے زیادہ اسی لیے دہرایا ہے کہ اس میں قیادت، صبر، توکل، شکر اور نافرمانی کے انجام کے وہ اصول ملتے ہیں جن پر ہر دور کی دینی زندگی کا دارومدار ہے۔

سوال نمبر 2: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید کی تعلیمات (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید کی تعلیمات بیان کریں۔ (20)

تعارف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید کی نمایاں ترین شخصیات میں سے ہیں۔ قرآن میں ان کا ذکر نام کے ساتھ بہت سے مقامات پر آیا ہے اور انہیں ابن مریم، مسیح، کلمۃ اللہ اور روح اللہ جیسے اعزازی القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک پوری سورت کا نام ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے نام پر رکھا گیا ہے اور سورہ آل عمران میں ان کے خاندان کو منتخب خاندانوں میں شمار کیا گیا ہے۔ قرآن کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں موقف عیسائیت کے روایتی عقائد سے بھی مختلف ہے اور اس یہود کے ایک گروہ کے انکار و مخالفت سے بھی مختلف، جو انہیں نبوت سے ہی انکار کرتے تھے۔ قرآن نے انہیں اللہ کا رسول، نبی اور معجزہ ولادت رکھنے والی عظیم شخصیت قرار دیا، ان کی والدہ کی پاکدامنی کی گواہی دی، ان کے معجزات کو اللہ کے اذن سے منسوب کیا اور ساتھ الوہیت کے عقیدے کو رد کرتے ہوئے توحید کو قائم رکھا۔ اس جواب میں قرآنی تعلیمات کو ولادت، شخصیت و القاب، معجزات، دعوت، یہود کے ساتھ معاملہ، رفع آسمانی اور قیامت سے پہلے نزول کے مسلمانوں کے عقیدے اور توحید کے ساتھ توازن کے عنوانات میں بیان کیا جائے گا۔ یہ بیان خالص علمی و اعتقادی تعارف ہے؛ کسی مذہب کے پیروکاروں کی دل آزاری اس کا مقصد نہیں۔

ولادت معجزہ اور حضرت مریم علیہا السلام

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو اللہ کی قدرت کی نشانی قرار دیتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کو عبادت کے لیے وقف خاندان کی نیک خاتون کے طور پر پیش کیا گیا ہے جن کی پرورش حضرت زکریا علیہ السلام کی نگرانی میں ہوئی۔ فرشتے نے انہیں ایک پاکیزہ بیٹے کی بشارت دی جس پر انہوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ انہیں کسی مرد نے چھوا ہی نہیں۔ جواب میں بتایا گیا کہ اللہ کے لیے یہ آسان ہے اور یہ بچہ لوگوں کے لیے نشانی اور رحمت بنے گا۔ پیدائش کے بعد جب وہ بچے کو لے کر قوم کے پاس آئیں تو ان پر تہمت لگی، مگر نوزائیدہ بچے نے گہوارے میں کلام کر کے اپنی والدہ کی براءت بھی بیان کی اور اپنی نبوت کا اعلان بھی کیا۔ قرآن نے حضرت مریم علیہا السلام کو تمام جہانوں کی عورتوں پر فضیلت دی گئی خاتون قرار دیا ہے اور یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی والدہ کو بھی بے مثال عزت عطا کی گئی ہے۔

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے مشابہ قرار دیتا ہے کہ اللہ نے آدم کو مٹی سے بنایا اور کن کہا تو وہ ہو گئے۔ اس تشبیہ کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ بغیر باپ کے پیدائش اللہ کی قدرت کے لیے کوئی مشکل کام نہیں، مگر اس سے الوہیت لازم نہیں آتی، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نہ ماں سے پیدا ہوئے نہ باپ سے، پھر بھی وہ اللہ کے بندے ہیں۔ اس دلیل کے ذریعے قرآن نے افراط و تفریط دونوں کا رخ درست کیا: یہود کے ایک سخت گیر طبقے کی تہمت کو بھی رد کیا اور الوہیت کے دعوے کو بھی۔ یہی توازن قرآنی تعلیمات کی پہچان ہے اور مطالعہ مذاہب کے طالب علم کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلام کا موقف انکار نہیں بلکہ توحیدی احترام ہے۔

شخصیت، القاب اور رسالت

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا رسول قرار دیتا ہے۔ انہیں توریت کی تصدیق کرنے والا، بعض حلال چیزوں کو جائز قرار دینے والا اور اپنے بعد آنے والے رسول احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینے والا بتایا گیا ہے۔ انہیں انجیل عطا ہوئی جس میں ہدایت و نور تھا۔ ان کے القاب میں مسیح سب سے مشہور ہے، انہیں اللہ کا کلمہ کہا گیا ہے کیونکہ وہ اللہ کے حکم کن سے پیدا ہوئے، اور روح منہ کا لقب بھی آیا ہے جس کی تفسیر علماء نے اللہ کی طرف سے بھیجی گئی روح کے معنی میں کی ہے، اس سے انہیں اللہ کا جز قرار نہیں دیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا مرکز یہی تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ یوں قرآن انہیں توحید کے داعی کے طور پر پیش کرتا ہے جو اپنی امت کو اللہ کی بندگی کی طرف بلاتے رہے۔

ان کی زندگی کے اوصاف میں مہربانی، شفقت اور عبادت گزاری نمایاں ہے۔ قرآن نے ان کی زبان سے کہلوایا ہے کہ اللہ نے انہیں جہاں کہیں بھی ہوں بابرکت بنایا ہے اور جب تک زندہ ہیں نماز و زکاۃ کی وصیت فرمائی ہے اور والدہ کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے اور انہیں سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔ حواریوں یعنی ان کے مخلص ساتھیوں کا ذکر بھی قرآن میں تعریف کے ساتھ آیا ہے جنہوں نے اللہ کے دین کی مدد کا اعلان کیا تھا اور جنہیں انصار اللہ کہا گیا۔ آسمان سے دسترخوان نازل ہونے کا واقعہ بھی سورہ مائدہ میں بیان ہوا ہے

جو حواریوں کی درخواست پر اللہ کی نشانی کے طور پر پیش آیا اور اس کے ساتھ ناشکری پر سخت وعید بھی سنائی گئی۔ ان تمام تفصیلات سے قرآنی تصویر ایک مکمل داعی و نبی کی بنتی ہے جس کی دعوت میں اخلاق، عبادت اور توحید یکجا ہیں۔

جدول 2: حضرت عیسیٰ علیہ السلام — قرآنی تصویر کے نمایاں نکات

قرآنی بیان کا خلاصہ	نکتہ
بغیر باپ کے، اللہ کے حکم کن سے؛ لوگوں کے لیے نشانی	ولادت
حضرت مریم علیہا السلام پاکدامن اور منتخب خاتون	والدہ
اللہ کے رسول و نبی، مسیح، کلمۃ اللہ؛ مگر بندے، خدا نہیں	مقام
انجیل عطا ہوئی جس میں ہدایت و نور تھا	کتاب
اللہ واحد کی عبادت، توریت کی تصدیق، آخری نبی کی بشارت	دعوت
گہوارے میں کلام، مردوں کو زندہ کرنا، بیماروں کی شفا — اللہ کے اذن سے	معجزات
صلیب پر قتل نہیں ہوئے؛ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا	انجام (مسلم عقیدہ)

معجزات: اللہ کے اذن سے

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعدد معجزات بیان کرتا ہے: گہوارے اور بڑی عمر میں لوگوں سے کلام کرنا، مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر اس میں پھونکنے سے اللہ کے اذن سے جاندار بن جانا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرنا اور لوگوں کے کھانے و ذخیرے کی غیبی خبر دینا۔ ان معجزات کی بار بار خصوصیت یہ ہے کہ ہر جگہ انہیں اللہ کے اذن کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اس تاکید کا مقصد یہ ہے کہ معجزہ نبی کی ذاتی قدرت نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے تاکہ

نبی کی صداقت ثابت ہو۔ یہ انداز اسلام کے معجزے کے تصور کو سمجھاتا ہے: انبیا کے ہاتھوں خرق عادت امور ظاہر ہوتے ہیں مگر ان سے ان کی بشریت ختم نہیں ہوتی۔ بنی اسرائیل کو سخت دل قوم قرار دے کر ان کی طرف بڑے معجزات والے نبی بھیجنا بھی قرآنی حکمت کے مطابق بیان ہوا ہے۔

یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی بڑی تعداد شفا سے متعلق ہے جس سے ان کی شفقت و رحمت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ قرآن کا یہ بیان مسیحی روایت کے ساتھ ان واقعات کے اصل وجود میں مشابہت رکھتا ہے، فرق تعبیر میں ہے کہ قرآن انہیں الوہیت کی دلیل نہیں بناتا بلکہ نبوت کی دلیل بناتا ہے۔ تقابلی مطالعے میں یہ نکتہ بہت اہم ہے کیونکہ ایک ہی واقعہ پر دو مختلف الہیاتی نتائج نکلتے ہیں اور طالب علم کو دونوں نتائج کے دلائل کو الگ الگ سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح قرآن نے آخری زمانے میں ان کی واپسی کو قیامت کی نشانیوں سے بھی جوڑا ہے جس پر مسلم عقائد میں تفصیلی بحث موجود ہے اور دیانت کا تقاضا ہے کہ اسے عقیدے کے طور پر ہی پیش کیا جائے۔

یہودی سازش، صلیب کا سوال اور رفع آسمانی

قرآن کے مطابق بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت مخالفت کی، ان پر اور ان کی والدہ پر تہمتیں لگائیں اور ان کے قتل کی سازش کی۔ اس سازش کے انجام کے بارے میں قرآن کا مشہور بیان یہ ہے کہ انہوں نے نہ انہیں قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لیے معاملہ مشتبہ کر دیا گیا اور اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف تفصیلات بیان کی ہیں، مگر اصل مسلم عقیدہ یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور وہ قرب قیامت میں دوبارہ نازل ہوں گے۔ قرآن نے یہودیوں کے اس دعوے کو بھی رد کیا ہے کہ انہوں نے مسیح کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف عیسائی عقیدے میں صلیب ان کے نجات کے نظام کا مرکز ہے۔ اس فرق کو مطالعہ مذاہب میں پوری دیانت سے پیش کرنا چاہیے کیونکہ یہ دو مذاہب کے درمیان بنیادی الہیاتی اختلافات میں سے ایک ہے اور اس کی تفہیم کے بغیر تقابلی مطالعہ مکمل نہیں ہوتا۔

قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو انسانی بشریت میں شریک بھی قرار دیتا ہے کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، جو عام انسانوں کا وصف ہے۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کا ذکر بھی سورہ مائدہ کے آخر میں آیا ہے کہ آیا انہوں نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بنالو، جس کا وہ انکار کریں گے اور علم کا حوالہ اللہ کو دیں گے۔ اس بیان کا مقصد دراصل توحید کی حتمی گواہی خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے دینا ہے۔ یوں قرآن کی مکمل تصویر یہ بنتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عظیم رسول ہیں، ان پر ایمان لانا مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے، ان سے محبت واجب ہے، مگر عبادت صرف اللہ کی ہے۔ یہی چار جملے اس پورے سوال کا خلاصہ ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت معجزہ ہے، ان کی والدہ پاک و منتخب ہیں، وہ بنی اسرائیل کے رسول ہیں جنہیں انجیل عطا ہوئی، ان کے معجزات اللہ کے اذن سے ظاہر ہوئے، انہوں نے توحید کی دعوت دی، آخری نبی کی بشارت سنائی، دشمنوں کی سازش سے اللہ نے انہیں بچا کر اپنی طرف اٹھالیا اور وہ قربِ قیامت میں نازل ہوں گے۔ قرآن نے انہیں جس عزت کا مقام دیا ہے اس کے ساتھ ان کی بشریت و بندگی کو بھی اتنی ہی صراحت سے بیان کیا ہے۔ یہی توازن اسلام کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عقیدے کی اساس ہے اور یہی ان تینوں بڑے مذاہب کے درمیان مکالمے کا سب سے حساس اور سب سے اہم باب ہے۔

سوال نمبر 3: زرتشت کا تعارف اور تعلیمات (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ زرتشت کا تعارف اور تعلیمات بیان کریں۔ (20)

تعارف

زرتشت قدیم ایران کے عظیم مذہبی مصلح اور پیغمبر مانے جاتے ہیں جن کے نام پر قائم مذہب کو زرتشتیت یا مجوسیت کہا جاتا ہے اور اس کے پیروکاروں کو پارسی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مذہب الہامی مذاہب سے مختلف مگر انبیا کی روایت اور ایک خدا کے تصور کی وجہ سے تقابلی مطالعے میں خصوصی مقام رکھتا ہے۔ ہزاروں سال تک یہ ایران کی سرکاری مذہبی

روایت رہا اور ساسانی سلطنت کے دور میں اس نے منظم کلیسائی اور فقہی صورت اختیار کر لی تھی۔ اسلام کی آمد کے بعد زرتشتیوں کی بڑی تعداد مسلمان ہو گئی تاہم ایک گروہ ہندوستان کے علاقے گجرات کی طرف ہجرت کر گیا جہاں اس کی اولاد آج پارسی کہلاتی ہے اور کراچی و ممبئی جیسے شہروں میں اس کی آبادیاں موجود ہیں۔ ایران میں بھی ان کی کچھ آبادی یزد و کرمان میں آج تک موجود ہے۔ زرتشتیت اس لیے بھی اہم ہے کہ اس کی بعض تعلیمات یعنی خیر و شر کی کشمکش، آخرت، پل صراط نما تصور اور منجی کی آمد کا خیال بعد کے مذاہب کے مطالعے میں نسبت و مشابہت کی بحث میں اتارا ہے۔ اس جواب میں پہلے زرتشت کی شخصیت اور دور کا تعارف ہو گا، پھر مذہبی کتاب اوستا و گاتھاؤں کا ذکر، اور اس کے بعد تعلیمات کی منظم تفصیل پیش کی جائے گی۔

زرتشت کی شخصیت و دور

زرتشت کے زمانے کے تعین میں محققین میں بڑا اختلاف ہے۔ پارسی روایت انہیں ساسانی دور سے بھی بہت پہلے کا بتاتی ہے اور بعض قدیم حسابات انہیں سکندر اعظم سے تقریباً ڈھائی سو سال قبل کا دور دیتے ہیں، جبکہ بعض جدید محققین انہیں اس سے بھی کئی صدیاں قدیم، تقریباً دوسری ہزاری قبل مسیح سے لے کر پہلی ہزاری قبل مسیح کے آغاز کا شخص مانتے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ تحریری شواہد کی کمی اور روایات کی موثری ہے، اس لیے تعلیمی کتابوں میں ان کا دور احتیاط کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ ان کا تعلق ایران کے مشرقی خطے سے بتایا جاتا ہے اور ان کے قبیلے کا مذہب اس دور کی عام ایرانی مذہبیت پر مبنی تھا جس میں متعدد دیوتا اور فطری قوتوں کی پرستش رائج تھی۔ زرتشت نے اس ماحول میں ایک خدا آہورامزدا کی دعوت دی اور قدیم رسوم خصوصاً بے دریغ قربانیوں اور نشہ آور مشروب کے استعمال کی اصلاح کی کوشش کی۔

روایت کے مطابق زرتشت کو تیس سال کی عمر میں وحی و الہام کا تجربہ ہوا اور انہوں نے دریائے کنارے آہورامزدا کی بارگاہ سے ہدایت پانے کا دعویٰ کیا۔ ابتدائی سالوں میں ان کی دعوت کو کم پذیرائی ملی اور قریبی رشتہ داروں کے سوا چند لوگ ہی ان کے پیروکار بنے۔ پھر وہ بادشاہ وشتاسپ کے دربار میں پہنچے جس نے ان کی تعلیمات قبول کر لیں اور یوں اس مذہب کو ریاستی سرپرستی مل گئی۔ روایت میں دربار میں مناظروں اور بادشاہ کے ایمان لانے کے واقعات ملتے ہیں جن کی تاریخی تفصیلات میں محققین کو اختلاف ہے۔ زرتشت کی زندگی کی سوانح کا بڑا حصہ بعد کی پہلوی روایات سے ملتا ہے۔ ان کی وفات کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں؛ ایک روایت انہیں آتش کدے میں عبادت کے

دوران قتل کیے جانے سے جوڑتی ہے۔ طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایتی سوانح اور جدید تنقیدی تحقیق کو الگ رکھ کر سمجھے اور کسی حصے کو قطعی حقیقت کہنے میں احتیاط برتے۔

اوستا اور گاتھائیں

زرتشتیت کی مقدس کتاب اوستا کہلاتی ہے جو قدیم اوستائی اور بعد کی پہلوی زبان کی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کے سب سے قدیم اور معتبر حصے گاتھائیں ہیں جو اکیس غنائی منظومات یا بلیغ خطبات کا مجموعہ ہیں اور انہیں خود زرتشت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ گاتھا اس کی زبان سب سے قدیم ہے اور اہل علم انہیں زرتشت کی اصل تعلیمات کا سب سے قریبی ماخذ مانتے ہیں۔ اوستا کا بڑا حصہ ساسانی دور میں تدوین کے بعد بھی حملوں و آفات میں ضائع ہو گیا اور اب موجود متن اس کا ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ پہلوی زبان میں لکھی گئی تفسیریں و دینی کتب بھی اس روایت کا اہم حصہ ہیں جن میں زند اور دیگر فقہی و اخلاقی کتابیں شامل ہیں۔ اوستا کی عبادتی تحریروں میں یسنا خاص اہمیت رکھتی ہے جس کی تلاوت مذہبی رسوم میں کی جاتی ہے اور اسی میں گاتھائیں بھی شامل ہیں۔ یہ معلومات اس لیے اہم ہیں کہ کسی مذہب کی تعلیمات کا مطالعہ اس کی اصل کتابوں کی تاریخ جانے بغیر سطحی رہتا ہے۔

زرتشت کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے یہ فرق بھی اہم ہے کہ گاتھاؤں کی تعلیم زیادہ سادہ و توحیدی رنگ رکھتی ہے، جبکہ بعد کی روایت میں دیوتائی شخصیات کا نظام اور پیچیدہ رسوم شامل ہو گئیں۔ اس فرق کو محققین کی ایک بڑی تعداد تسلیم کرتی ہے۔ یوں اصل زرتشت ایک مصلح کے طور پر سامنے آتے ہیں جنہوں نے کثیر الخدائی ماحول میں ایک اعلیٰ خدا کا تصور، نیک و بد کی اخلاقی کشمکش اور انسان کی آزاد مرضی کو مرکز بنایا۔ بعد کے ساسانی موبدوں نے اس روایت کو سرکاری مذہب کی منظم صورت دی۔ اسلام کے ابتدائی دور میں زرتشتیوں کو اہل کتاب سے قریب قریب درجہ دے کر جزیے کا نظام ان پر لاگو کیا گیا جس کا ذکر فقہی روایت میں آتا ہے۔ یہ تاریخی تعلق بھی پاکستانی طالب علم کے لیے دلچسپی کا باعث ہے کیونکہ سندھ و بلوچستان کا خطہ تاریخی طور پر اس تہذیبی دائرے سے جڑا رہا ہے۔

تعلیمات: آہورامزدااور خیر وشر کی کشمکش

زرتشت کی تعلیمات کا مرکز آہورامزدا ہے جس کے معنی دانا خدا یا حکیم پروردگار کے ہیں۔ آہورامزدا خیر مطلق، روشنی، سچائی اور زندگی کا خالق ہے۔ اس کے مقابلے میں انگرا مینیو یعنی بدروح کا تصور ہے جو شر، جھوٹ، تاریکی اور موت کی نمائندہ قوت ہے۔ ان دونوں قوتوں کے درمیان کائناتی کشمکش جاری ہے جس میں انسان ایک فعال فریق ہے۔ اس نظام کو بالعموم ثنویت یعنی دو خدائی اصولوں کا تصور کہا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض علماء وضاحت کرتے ہیں کہ انگرا مینیو خدا نہیں بلکہ ایک مخلوق بد قوت ہے اور انجام کار خیر ہی کی فتح ہو گی۔ اس تعبیر کے مطابق یہ نظام سخت دوئی کے بجائے اخلاقی کشمکش کا ایک استعاراتی والہیاتی خاکہ ہے۔ بہر صورت یہ مقرر ہے کہ زرتشتی الہیات میں خیر وشر کا مسئلہ مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

زرتشت نے انسان کو اس کشمکش میں آزاد مرضی کا مالک قرار دیا ہے کہ وہ سچائی اشا یا جھوٹ دروج کا راستہ خود منتخب کرتا ہے۔ ان کی مشہور اخلاقی تعلیم تین اصولوں میں خلاصہ ہوتی ہے: نیک خیالات، نیک گفتار اور نیک کردار۔ یہ تینوں اصول آج بھی پارسی اخلاقیات کا عنوان ہیں اور ان پر کھڑا سماجی نظام صداقت، محنت، زمین کی کاشت اور زندگی کی افزائش کو نیکی قرار دیتا ہے۔ زرتشت نے زندگی سے فرار کے بجائے زندگی کو خیر کا میدان قرار دیا، کاشتکاری و آبادکاری کو عبادت نما نیکی سمجھا اور دروغ و آلودگی کو بدی کی علامت کہا۔ ان کی تعلیمات میں پانی، آگ، مٹی اور ہوا یعنی عناصر کو پاک رکھنے پر بہت زور ہے جس کی عملی صورت آگ کے آتش کدوں اور تدفین کے مخصوص طریقے یعنی دخموں میں جھلکتی ہے جہاں لاش کو عناصر کی آلودگی سے بچانے کے لیے کھلی جگہ رکھا جاتا تھا۔

جدول 3: زرتشت کی تعلیمات کے نمایاں عنوانات

عنوان	خلاصہ
آہورامزدا	واحد اعلیٰ خدا، خیر و روشنی و سچائی کا خالق
خیر وشر	انگرا مینیو (بدی) سے کائناتی کشمکش؛ اختتام پر خیر کی فتح

انسانی آزادی	انسان نیکی وبدی میں خود فیصلہ کرتا ہے
اخلاقی اصول	نیک خیال، نیک گفتار، نیک کردار
آتش کدہ	آگ کو پاکیزگی وروشنی کی علامت کے طور پر مرکز عبادت
آخرت	موت کے بعد حساب، پل چینوات کا تصور، جنت ودوزخ
آئندہ منجی	اختتام زمانہ میں نجات دہندہ (سوشیانت) کی آمد کا عقیدہ

آخرت وعبادات ورسوم

آخرت کے بارے میں زرتشت کی تعلیمات میں موت کے بعد روح کا حساب، پل چینوات کو عبور کرنے کا تصور اور نیکوکاروں کے لیے جنت وبدکاروں کے لیے جہنم کا قیام آتا ہے۔ایک مدت کے بعد قیامت وحشر کا بھی تصور ہے جب مردے زندہ ہوں گے، بدی کا خاتمہ ہو گا اور دنیا تجدید وپاکیزگی کی آخری حالت میں داخل ہو گی جسے فرشوکرتی کہا جاتا ہے۔ آئندہ آنے والے منجی کا تصور بھی اسی سے جڑا ہے جو زرتشت کی نسل سے ظاہر ہو کر خیر کی حتمی فتح مکمل کرے گا۔ ان تصورات کی مماثلت دیگر مذاہب کے آخرتی تصورات سے تقابلی مطالعے کا معروف موضوع ہے، مگر ان مماثلتوں سے کسی نتیجے پر پہنچتے وقت تاریخی ترتیب وثبوت کا خیال رکھنا چاہیے۔

عبادات میں آتش کدے میں مقدس آگ کو روشن رکھنا سب سے نمایاں ادارہ ہے۔پارسی وضاحت کرتے ہیں کہ وہ آگ کی پوجا نہیں کرتے بلکہ آگ کو خدا کی روشنی وپاکیزگی کی علامت سمجھتے ہیں اور اس کی طرف رخ کر کے خدا کی عبادت کرتے ہیں، اس لیے انہیں آتش پرست کہنا ان کے اپنے بیان کے مطابق درست نہیں۔ نماز کی صورت میں دن میں پانچ مرتبہ گاتھاؤں کی دعائیں پڑھی جاتی ہیں، کمر میں مقدس دھاگا یعنی کشتی باندھی جاتی ہے اور صدری پہنی جاتی ہے۔ نوروز یعنی نئے سال کا تہوار ایرانی وپارسی ثقافت کی سب سے مشہور یادگار ہے جو آج بھی ایران وپارسی برادری کے ساتھ وسط ایشیا میں منایا جاتا ہے۔ نیکی، صفائی اور خیرات کی ان تعلیمات کی وجہ سے پارسی برادری تعلیم وتجارت میں اپنی امانت وفلاحی اداروں کے لیے مشہور ہوئی ہے جن میں اسپتال واسکول شامل ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ زرتشت قدیم ایران کے وہ مصلح نبی ہیں جنہوں نے ایک اعلیٰ خدا آہورامزدا کی دعوت، خیر و شر کی اخلاقی کشمکش، انسان کی آزادی ارادہ، نیک خیال و گفتار و کردار کے اصول، آخرت و حساب اور اس دنیا کی آبادکاری کو یکی قرار دینے کی تعلیم دی۔ ان کی اصل تحریروں میں سے گاتھائیں اوستا کا سب سے معتبر حصہ ہیں۔ ان کی تعلیمات نے ایرانی تہذیب کو صدیوں سمت دی اور ان کے اثرات کا دائرہ بعد کی مذہبی تاریخ کے تقابلی مطالعے میں آج بھی اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مطالعہ مذاہب کے نصاب میں زرتشت کا مطالعہ الہامی خاندان سے باہر کے ایک اہم قدیم مذہب کے تعارف کے طور پر کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 4: عیسائیت کی مذہبی عبادات و رسومات (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ عیسائیت کی مذہبی عبادات و رسومات بیان کریں۔ (20)

تعارف

عیسائیت دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ہے اور اس کی عبادات و رسومات کی جڑیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی، یہودی عبادت کی روایت اور ابتدائی کلیسیا کے عمل میں پیوست ہیں۔ عیسائی عبادت کا مرکز کلیسیا یعنی گرجاگھر ہے جہاں اتوار کو اجتماع، دعا، صحائف کی تلاوت، وعظ اور مقدس رسوم ادا ہوتی ہیں۔ تاہم عیسائیت یکساں مذہب نہیں بلکہ اس کے تین بڑے خاندان کیتھولک، آرتھوڈوکس اور پروٹسٹنٹ ہیں جن کی عبادات میں مشترکہ بنیاد کے ساتھ نمایاں فرق بھی پایا جاتا ہے۔ اس جواب میں پہلے اتواری اجتماعی عبادت کی ترتیب بیان ہو گی، پھر دو مرکزی رسوم یعنی بپتسمہ اور عشاء ربانی کی تفصیل آئے گی، اس کے بعد روزمرہ و سالانہ عبادات، تہواروں، روزوں اور زندگی کے اہم مراحل کی رسوم کا بیان ہو گا۔ یہ بیان ہر فرقے کے عمل کو اسی کے اپنے بیان کے مطابق پیش کرنے کی کوشش ہے تاکہ تقابلی مطالعے کی دیانت قائم رہے اور کسی عمل کی غلط تعبیر سے غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

اتواری عبادت: کلیسیائی اجتماع

عیسائی ہفتے کی مرکزی عبادت اتوار کے دن گرجاگھر میں ہوتی ہے۔ اتوار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں میں سے جی اٹھنے کے دن کی یاد کے طور پر مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اجتماع کا آغاز عموماً حمدیہ گیتوں سے ہوتا ہے، پھر دعائیں مانگی جاتی ہیں جن میں اعتراف و مغفرت، حمد و شکر اور برادری و دنیا کی ضروریات کے لیے شفاعتی دعائیں شامل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد عہد نامہ قدیم و جدید سے منتخب حصوں کی تلاوت ہوتی ہے اور ایک حصہ اناجیل میں سے کھڑے ہو کر احترام سے سنا جاتا ہے۔ پھر پادری یا مبلغ وعظ کہتا ہے جس میں تلاوت کیے گئے متن کی تشریح اور زندگی پر اس کا اطلاق بیان ہوتا ہے۔ کیتھولک و آرتھوڈوکس کلیسیاؤں میں یہ حصہ عشاء ربانی تک پہنچتا ہے، جبکہ پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں میں وعظ کو مرکزی اہمیت حاصل ہوتی ہے اور عشاء ربانی مہینے میں ایک یا چند بار منایا جاتا ہے۔

اجتماعی عبادت کے ساتھ انفرادی عبادت کا نظام بھی عیسائیت کا اہم حصہ ہے۔ روزانہ صبح و شام کی دعا، کھانے سے پہلے شکر کی دعا، بائبل کا ذاتی مطالعہ اور خانقاہی روایت میں گھنٹوں کی مقررہ دعائیں جسے بریویری یا دفتری دعائیں کہا جاتا ہے، کیتھولک و آرتھوڈوکس روایت میں باقاعدہ نظام رکھتی ہیں۔ دعا کی مشہور صورت ربانی دعا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے اور سب فرقوں میں پڑھی جاتی ہے۔ خانقاہی زندگی میں رہبانیت اختیار کرنے والے مرد و خواتین عبادت، خاموشی، خدمت و مطالعے کو اپنی زندگی کا محور بناتے ہیں۔ جدید دور میں بہت سی کلیسیائیں عبادت میں موسیقی، جدید گیتوں اور میڈیا کو بھی استعمال کرتی ہیں جس پر روایتی و جدید کلیسیاؤں کے مزاج کا فرق نظر آتا ہے۔ عبادت کا یہ سارا نظام اس تصور پر قائم ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق صرف انفرادی نہیں بلکہ برادری کے ساتھ اجتماعی بھی ہے۔

بپتسمہ: داخلے کی رسم

بپتسمہ عیسائیت کی بنیادی رسوم میں سے ہے جسے ساکرامنٹ یعنی مقدس رسم کہا جاتا ہے۔ اس میں ایمان لانے والے کو پانی سے غسل دیا جاتا ہے؛ کیتھولک و آرتھوڈوکس کلیسیاؤں میں نوزائیدہ بچوں کو پانی چھڑک کر یا جزوی غوطے سے بپتسمہ دیا جاتا ہے، جبکہ بپٹسٹ و بعض پروٹسٹنٹ کلیسیائیں بالغ ایمان دار کے پورے غوطے کو ہی درست مانتے ہیں اور بچوں کے بپتسمے کے قائل نہیں۔ اس فرق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کی اہمیت پر اتفاق کے باوجود اس کی صورت و وقت پر فرقوں میں اختلاف ہے۔ بپتسمے کا مفہوم

گناہوں سے پاکی، نئی زندگی کی ابتدا اور کلیسیا کی رکنیت میں دخول ہے۔ یہ رسم عام طور پر زندگی میں ایک ہی مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔ بعض کلیسیاؤں میں اس کے بعد تصدیق یعنی کنفرمیشن کی رسم بھی ہوتی ہے جس میں جوانی میں اپنے ایمان کا ذاتی اقرار کیا جاتا ہے۔

عشاءِ ربانی عیسائیت کی دوسری مرکزی رسم ہے جسے یوخرست، مقدس اجتماع یا لارڈز سپر بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں روٹی اور شراب یا انگور کا رس برکت کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری کھانے کی یاد منائی جاتی ہے جب انہوں نے روٹی کو اپنے بدن اور پیالے کو اپنے خون سے تعبیر کیا تھا۔ کیتھولک عقیدے میں روٹی و شراب حقیقتاً بدن و خون کی صورت اختیار کر لیتی ہے جسے تبدیلی جوہر کہا جاتا ہے، آرتھوڈکس بھی اسے گہرے سرّی حقیقی معنوں میں لیتے ہیں، جبکہ پروٹسٹنٹ مکاتب میں اس کی تعبیرات مختلف ہیں اور بعض اسے خالص یادگاری عمل مانتے ہیں۔ یہ الٰہیاتی فرق خود عیسائی دنیا کی داخلی تاریخ کا بڑا موضوع ہے۔ رسم کی تکرار بھی مختلف ہے: کیتھولک کلیسیا میں یہ روزانہ ماس کی صورت میں ادا ہوتی ہے اور اتوار کو شرکت فرض نما فرض ہے۔ اس تفصیل سے رسم کی مرکزی اہمیت سب کے ہاں مشترک ثابت ہوتی ہے۔

جدول ۱: عیسائیت کی نمایاں عبادات و رسوم (خلاصہ)

رسم / عبادت	مختصر تعارف
اتواری اجتماع	تلاوت، دعا، وعظ، گیت اور عشاءِ ربانی پر مشتمل ہفتہ وار عبادت
بپتسمہ	پانی سے غسل؛ کلیسیا میں داخلے اور گناہوں سے پاکی کی رسم
عشاءِ ربانی	روٹی و پیالے کی تقسیم؛ مسیح کی قربانی کی یاد
اعتراف و توبہ	کیتھولک روایت میں پادری کے سامنے گناہ کا اقرار و کفارہ
شادی	مقدس رسم کے طور پر کلیسیا میں نکاح کی تقریب
مسحِ بیمار / آخری رسوم	بیمار کے لیے دعا، تیل کا مسح و آخری دعائیں

ایسٹر سے پہلے چالیس دن کے روزے و پرہیز کا موسم	لینٹ کے روزے
ولادت مسیح اور جی اٹھنے کی یاد کے دو بڑے تہوار	کرسمس و ایسٹر

تہوار، روزے اور زندگی کی رسوم

سالانہ تقویم کے دو بڑے تہوار کرسمس اور ایسٹر ہیں۔ کرسمس پچیس دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں منایا جاتا ہے جس میں اجتماعات، خیرات اور گیتوں کی روایت شامل ہے، اگرچہ آرتھوڈوکس کلیسیاؤں کا ایک حصہ اسے جنوری میں مناتا ہے۔ ایسٹر سب سے بڑا تہوار سمجھا جاتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جی اٹھنے کی یاد میں منایا جاتا ہے اور اس سے پہلے کا ہفتہ مقدس ہفتہ کہلاتا ہے جس میں آخری کھانے، صلیب کے واقعات اور [illegible] کی یاد کے خصوصی اجتماعات ہوتے ہیں۔ ایسٹر سے پہلے چالیس دن کا موسم لینٹ کہلاتا ہے جس میں روزے، پرہیز، توبہ اور خیرات پر زور دیا جاتا ہے؛ کیتھولک روایت میں بعض دنوں کا [illegible] و گوشت سے پرہیز، آرتھوڈوکس روایت میں سخت خانقاہی نماروزے اور پروٹسٹنٹ روایت میں اختیاری پرہیز کی صورتیں رائج ہیں۔ اس کے علاوہ ایڈونٹ یعنی کرسمس کی تیاری کا موسم اور پینتی کوست کا تہوار بھی تقویم کا حصہ ہیں۔

زندگی کے اہم مراحل کی رسوم میں بچے کا نام رکھنا و کلیسیا میں حاضری کرانا، تصدیق کی رسم، شادی کی تقریب، بیمار کی عیادت و مسح اور وفات پر آخری رسومات شامل ہیں۔ شادی کو کیتھولک و آرتھوڈوکس کلیسیاؤں میں مقدس رسم کا درجہ حاصل ہے جبکہ پروٹسٹنٹ اسے مقدس عہد مگر ساکرامنٹ نہیں سمجھتے۔ جنازے کی رسوم میں تلاوت، دعائیں اور تدفین کی رسم ادا ہوتی ہے اور میت کے لیے مغفرت کی دعا کیتھولک روایت میں نمایاں ہے جس سے برزخ کے درمیانی درجے کا تصور بھی اسی روایت میں جڑا ہے۔ اولاد، والدین اور برادری کے اجتماع سے یہ رسوم ایک سماجی نظام بھی تشکیل دیتی ہیں۔ اس پورے نظام کا مقصد مذہبی بیانیے کے مطابق انسان کی ساری زندگی کو خدا کے ساتھ تعلق میں رکھنا ہے۔

عبادت کی جگہیں، شخصیات واعمال خیر

گرجاگھر کی عمارت میں قربان گاہ، منبر، بپتسمے کا حوض اور صلیب کی علامت نمایاں ہوتی ہے۔ کیتھولک و آرتھوڈوکس گرجوں میں تصاویر، مجسمے، موم بتیاں اور بخور کا استعمال عام ہے، جبکہ اصلاح شدہ پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں نے سادگی اختیار کی اور تصاویر سے پرہیز کیا۔ مذہبی شخصیات میں پوپ کیتھولک کلیسیا کا سربراہ ہوتا ہے، آرتھوڈوکس میں پیٹریارک و بشپ اور پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں میں پادری و ایلڈر نظام کی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں۔ زیارت کے مقامات میں بیت اللحم و یروشلم کے مقدس مقامات، روم اور یورپ کے بعض مقامات کیتھولک اہمیت رکھتے ہیں۔ اعمال خیر میں فلاحی ادارے، اسپتال، اسکول، یتیم خانے اور تبلیغی مشن عیسائی تاریخ کا عملی حصہ رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی کلیسیاؤں کے اسکول و اسپتال سماجی خدمت کی معروف مثالیں ہیں جن سے ہر مذہب کے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔

آخر میں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ عیسائی عبادت کا مطالعہ کرتے ہوئے بظاہر سادہ نظر آنے والی رسوم کے پیچھے گہرے الہیاتی اختلافات کارفرما ہوتے ہیں۔ مسلمان طالب علم کے لیے اس مطالعے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ مذہب کی عملی زندگی کو درست سمجھ سکے اور مکالمے کے وقت ان کی مذہبی حساسیت کا لحاظ رکھ سکے۔ کسی دوسرے مذہب کی عبادت کا احترام اس کے عقیدے سے اتفاق کے بغیر بھی ممکن ہے اور یہی پرامن بقائے باہمی کی بنیاد ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ بیان رسمی عقائد کا تعارف ہے؛ دینی احکام کے اطلاق کا فیصلہ اہل علم و باقاعدہ دائرہ اختیار کا کام ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ عیسائیت کی عبادات کا ڈھانچہ اتواری کلیسیائی اجتماع، بپتسمے و عشاء ربانی کی مرکزی رسوم، روزانہ دعا و مطالعہ صحیفہ، لینٹ کے روزوں، کرسمس و ایسٹر کے تہواروں اور جنم سے موت تک کی زندگی کی رسوم پر قائم ہے۔ اس کے تین بڑے خاندانوں میں بنیادیں مشترک مگر تعبیر و عمل میں فرق موجود ہے جو اگلے سوال کا موضوع ہے۔ عبادت کو برادری و خدمت خلق سے جوڑنا اس نظام کی نمایاں خصوصیت ہے جس کی عملی مثالیں آج بھی دنیا بھر کے فلاحی اداروں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

سوال نمبر 5: عیسائی فرقوں کے مذہبی خیالات (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ عیسائی فرقوں کے مذہبی خیالات بیان کریں۔ (20)

تعارف

عیسائیت آج دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے مگر وہ ایک واحد تنظیمی مذہب نہیں ہے۔ اس کی تاریخ میں دو بڑی تقسیمیں فیصلہ کن ثابت ہوئیں: پہلی تقسیم گیارھویں صدی عیسوی میں مشرقی آرتھوڈوکس اور مغربی رومن کیتھولک کلیسیا کے درمیان ہوئی اور دوسری بڑی تقسیم سولھویں صدی میں پروٹسٹنٹ اصلاح کی تحریک سے پیدا ہوئی جس کے بعد پروٹسٹنٹ دنیا میں درجنوں بڑے مکاتب و خاندان وجود میں آئے۔ اس کے علاوہ مشرقی قدیم کلیسیائیں بھی موجود ہیں جن کا اختلاف چوتھی و پانچویں صدی کے عقیدتی مناظروں سے شروع ہوا۔ اس جواب میں تین بڑے خاندانوں یعنی کیتھولک، آرتھوڈوکس اور پروٹسٹنٹ کے مذہبی خیالات الگ الگ بیان کیے جائیں گے، ان کے مشترکات و اختلافات کا جدول پیش ہو گا اور آخر میں جدید ایکومینیکل تحریک یعنی کلیسیاؤں کے اتحاد کی کوششوں کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ یہ بیان ہر فرقے کے عقیدے کو اس کے اپنے بیان کے مطابق پیش کرنے کی کوشش ہے؛ کسی فرقے کے حق میں یا خلاف فیصلہ صادر کرنا اس جواب کا مقصد نہیں۔

مشترک بنیادیں

اختلاف بیان کرنے سے پہلے مشترک بنیادوں کا ذکر انصاف ہے۔ تینوں بڑے خاندان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح و خدا کا بیٹا مانتے ہیں مگر اس جملے کی اسلام سے تقابلی تعبیر پر پچھلے سوال میں اشارہ ہو چکا ہے۔ تینوں تثلیث کے عقیدے یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس کے قائل ہیں، بائبل کو مقدس کتاب مانتے ہیں، پنتیسمے و عشاءِ ربانی کو مانتے ہیں اور قیامت و آخری عدالت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نیکیا کے عقیدے کا متن ان سب کے ہاں تاریخی معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مشترکات اس بات کا ثبوت ہیں کہ انتشار کے باوجود عیسائیت کی شناخت ایک مشترک مرکز رکھتی ہے۔ فرق عموماً تشریح، مذہبی اختیار کے ماخذ اور رسوم کی حیثیت کے سوالات پر ہے۔ اختیار کا سوال سب سے مرکزی ہے: مذہبی سچائی کا فیصلہ کون کرے گا، کلیسیا و روایت یا صرف صحیفہ؟ اسی ایک سوال سے بڑے بڑے اختلافات نے جنم لیا ہے۔

ایک اور مشترک نکتہ کلیسیا کا تصور ہے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو اصل کلیسیا کی جائز نمائندگی کا دعویدار سمجھتا ہے اور اسی دعوے سے اس کے رسوم و نظام کو جواز ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اختلافات محض علمی نہیں بلکہ شناختی بھی ہیں۔ اس پس منظر کے ساتھ اب ہر خاندان کے خیالات بیان کیے جاتے ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ تعریف و تنقید کے بجائے ہر موقف کو اس کے اپنے دلائل کے ساتھ سمجھے، کیونکہ مطالعہ مذاہب کی مہارت یہی ہے۔ اندرونی اختلافات کے اس مطالعے سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ہر بڑا مذہب تعبیرات کے تنوع سے گزرتا ہے اور اس تنوع کو سمجھے بغیر اس مذہب کے پیروکاروں کو بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔

رومن کیتھولک کلیسیا کے خیالات

رومن کیتھولک کلیسیا سب سے بڑا عیسائی خاندان ہے جس کا مرکز روم اور سربراہ پوپ ہے۔ اس کے بنیادی خیالات میں پوپ کو حضرت پطرس کا جانشین اور کلیسیا کا اعلیٰ اختیار ماننا شامل ہے اور عقیدے و اخلاق کے سرکاری اعلان میں اس کی بے خطائی کا عقیدہ کیتھولک الٰہیات کا حصہ ہے۔ کیتھولک تعلیم میں مقدس روایت کو صحیفے کے ساتھ ہدایت کا ماخذ مانا جاتا ہے اور کلیسیا کے اساتذہ کے اختیار کو مجسٹیریم کہا جاتا ہے۔ سات رسوم ساکرامنٹ تسلیم کی جاتی ہیں: بپتسمہ، تصدیق، عشائے ربانی، اعتراف و توبہ، بیماروں کا مسح، شادی اور مقرری۔ حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کی ماں کے لقب کے ساتھ خصوصی عزت دی جاتی ہے اور ان کے بارے میں معصوم ولادت اور آسمانی اٹھائے جانے کے عقائد بھی کیتھولک تعلیم کا حصہ ہیں۔ بزرگوں و شہدا کی شفاعت مانگنا، ان کے مقبروں کی زیارت اور دعا برائے مردگان بھی اس روایت میں شامل ہے۔

نجات کے بارے میں کیتھولک تعلیم ایمان کے ساتھ نیک اعمال و رسوم کی شراکت پر زور دیتی ہے اور برزخ کے طور پر ایک درمیانی حالت کا تصور بھی رکھتی ہے جہاں کچھ روحیں پاکی کے عمل سے گزرتی ہیں۔ دوسری ویٹیکن کونسل کے بعد کیتھولک کلیسیا نے دوسرے مذاہب و فرقوں کے ساتھ مکالمے کو فروغ دیا اور مقامی زبانوں میں عبادت کی اجازت عام ہوئی۔ لاطینی امریکہ، افریقہ، فلپائن و یورپ میں اس کی اکثریت ہے اور پاکستان میں بھی کیتھولک کلیسیا اسکولوں و اسپتالوں کی خدمت میں نمایاں ہے۔ کیتھولک خیالات کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ مذہبی زندگی ادارے، روایت اور رسوم کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، چنانچہ اس میں تسلسل و نظم سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا کے خیالات

مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا یونان، روس، مشرقی یورپ اور مشرق وسطیٰ کی قدیم کلیسیاؤں کا خاندان ہے۔ اس کی خود مختار قومی کلیسیائیں پیٹریارکوں کی سربراہی میں چلتی ہیں اور قسطنطنیہ کے پیٹریارک کو شرفی برتری حاصل ہے مگر پوپ جیسا مرکزی اختیار کسی کو حاصل نہیں۔ گیارھویں صدی کی عظیم تقسیم کی بڑی وجوہ میں پوپ کے اختیار کا دعویٰ اور عقیدے کے متن میں روح القدس کے صدور کے مسئلے پر ایک لفظ کا اضافہ شامل تھے جنہیں الہیاتی و سیاسی دونوں سمجھا جاتا ہے۔ آرتھوڈوکس الہیات میں پہلی سات ایکومینیکل کونسلوں کے فیصلوں کو معیار مانا جاتا ہے، تصاویر یعنی آئیکنز کو عبادت و تعلیم کا اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور عبادت کی حسی شان و شوکت اس روایت کی پہچان ہے۔ سات رسوم یہاں بھی تسلیم کی جاتی ہیں جنہیں اسرار کہا جاتا ہے۔

آرتھوڈوکس خیالات میں الٰہی بننے کے عمل کا تصور یعنی تھیوسس نمایاں ہے جس سے مراد یہ ہے کہ انسان خدا کی عنایت سے اس کی زندگی میں شریک ہو کر پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ یہاں بھی روایت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور راستباز زندگی و خانقاہی روایت کو خصوصی احترام حاصل ہے؛ کوہ آتھوس کی خانقاہیں اس کی مشہور مثال ہیں۔ آرتھوڈوکس کلیسیائیں شادی شدہ پادری کی اجازت دیتی ہیں اگرچہ بشپ راہبوں میں سے منتخب ہوتے ہیں۔ عبادت مقامی زبانوں میں ہوتی ہے اور اس میں بخور، گیت و طویل رسوم کا اہتمام ہوتا ہے۔ کیتھولک سے ان کا فرق پوپ کے اختیار، حضرت مریم کے بعض عقائد اور برزخ جیسے تصورات میں ہے، ادھر پروٹسٹنٹ سے ان کا فرق روایت و رسوم کے مقام میں ہے۔ یوں آرتھوڈوکس روایت قدیم کلیسیا کے تسلسل کا سب سے مضبوط دعویٰ اپنے انداز میں پیش کرتی ہے۔

جدول 5: تین بڑے عیسائی خاندانوں کے خیالات کا تقابلی خلاصہ

مسئلہ	رومن کیتھولک	آرتھوڈوکس	پروٹسٹنٹ
سربراہی	پوپ، روم	خود مختار پیٹریارک	کوئی واحد سربراہ نہیں
ہدایت کا ماخذ	صحیفہ + مقدس روایت	صحیفہ + مقدس روایت	صرف صحیفہ (اصول)

عموماً دو رسوم	سات اسرار	سات ساکرامنٹ	رسوم کی تعداد
احترام مگر خصوصی عقائد نہیں	تھیوتوکوس؛ گہرا احترام	خصوصی عقائد و شفاعت	حضرت مریم
مختلف تعبیرات، بعض یادگاری	سرّی حقیقی موجودگی	تبدیلی جوہر کا عقیدہ	عشاء ربانی
صرف ایمان (مشہور اصول)	عنایت سے پاکیزگی (تھیوسس)	ایمان + اعمال و رسوم	نجات

پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں کے خیالات

پروٹسٹنٹ خاندان سولھویں صدی کی اصلاحی تحریک سے وجود میں آیا جس کے نمایاں رہنما مارٹن لوتھر، جان کیلون اور دیگر تھے۔ اس کے مشہور اصول یہ ہیں: صرف صحیفہ یعنی مذہبی اختیار کا واحد معیار بائبل ہے، کلیسیا کی روایت اس کے تابع ہے؛ صرف ایمان یعنی نجات خدا کی عنایت سے ایمان کے ذریعے ملتی ہے، انسان کے اعمال اس کا سبب نہیں بنتے؛ اور تمام ایمان داروں کی کاہنیت یعنی ہر مومن براہ راست خدا تک رسائی رکھتا ہے، کسی واسطے کی لازمی ضرورت نہیں۔ ان اصولوں کی بنیاد پر پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں نے پوپ کے اختیار، برزخ، مردگان کے لیے دعا اور بزرگوں کی شفاعت کو رد کیا، ساکرامنٹس کو عام طور پر دو یعنی بپتسمہ و عشاء ربانی تک محدود کیا اور عبادت کو وعظ و صحیفے کے گرد مرکوز کیا۔ بائبل کے مقامی زبانوں میں ترجمے و اشاعت اسی تحریک کی بڑی دین ہیں۔

پروٹسٹنٹ دنیا اندر سے بہت متنوع ہے۔ لوتھری، اصلاح شدہ و پریسبیٹیرین، اینگلیکن، بپٹسٹ، میتھوڈسٹ، پینتی کوسٹل اور انجیلی کلیسیائیں اس کے بڑے مکاتب ہیں جن میں عشاء ربانی کی تعبیر، بپتسمے کی عمر، کلیسیائی حکومت اور عبادت کی موسیقی پر اختلافات موجود ہیں۔ اینگلیکن کلیسیا بہت سے پہلوؤں میں کیتھولک و پروٹسٹنٹ کے درمیان درمیانی راہ اختیار کرتی ہے۔ پینتی کوسٹل تحریک نے روح القدس کے تجربے، شفا کی دعا اور جذباتی عبادت کو نمایاں کیا اور بیسویں و اکیسویں صدی میں یہ دنیا کی سب سے تیزی سے پھیلنے والی عیسائی صورت بنی ہے۔ اس تنوع کی وجہ بھی وہی اصول ہے کہ جب اختیار صحیفے کی ذاتی تعبیر تک آ جائے تو مکاتب بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ مشاہدہ مطالعہ مذاہب کے طالب علم کے لیے اصول سازی میں اہم ہے۔

جدید رجحانات: اتحاد کی کوششیں اور مکالمہ

بیسویں صدی میں کلیسیاؤں نے تقسیم کو ختم یا کم کرنے کے لیے ایکومینیکل تحریک شروع کی جس کا ادارتی مرکز ورلڈ کونسل آف چرچز ہے۔ کیتھولک کلیسیا اس کا باقاعدہ رکن نہیں مگر مکالمے میں شریک ہے۔ کئی کلیسیاؤں کے درمیان مشترکہ اعلامیے بھی سامنے آئے ہیں جن میں نجات بذریعہ ایمان جیسے قدیم اختلافات پر قربت پیدا کرنے کی کوشش شامل ہے۔ اسی صدی میں کیتھولک کلیسیا نے دوسرے مذاہب خصوصاً اسلام کے ساتھ مکالمے کو بھی سرکاری پالیسی بنایا اور باہمی احترام کی تلقین کی۔ دوسری طرف جدید علمی و لبرل الٰہیات نے بائبل پر تنقیدی مطالعے سے بعض روایتی تعبیرات پر سوال اٹھائے ہیں جس کے جواب میں بنیاد پرست و انجیلی تحریکیں بھی مضبوط ہوئی ہیں۔ یہ تمام رجحانات بتاتے ہیں کہ عیسائی فرقوں کا مطالعہ جامد نہیں بلکہ ایک زندہ تاریخی عمل ہے۔

آخر میں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ فرقوں کے مذہبی خیالات کا بیان کسی درجہ بندی یا برتری کے فیصلے کے لیے نہیں ہوتا۔ مسلمان طالب علم کے لیے اس مطالعے کا اخلاقی تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر فرقے کو اس کے اپنے آئینے میں دیکھے، اور اگر کسی فرقے کے عقیدے سے اتفاق نہ بھی ہو تو اس کے پیروکاروں کے انسانی و شہری حقوق اور مذہبی احترام میں کمی نہ کرے۔ پاکستان جیسے کثیر المذاہب معاشرے میں اس رویے کی عملی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ دینی مسائل پر قطعی شرعی رائے کا اظہار بہرحال اہل علم کا کام ہے، یہ گائیڈ صرف تعلیمی تعارف ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ عیسائی فرقوں کے خیالات ایک مشترک مسیحی مرکز رکھنے کے باوجود مذہبی اختیار، رسوم، حضرت مریم کی حیثیت، عشاءِ ربانی کی تعبیر اور نجات کے طریقے جیسے مسائل پر منقسم ہیں۔ رومن کیتھولک کلیسیا پوپ، روایت و سات رسوم پر زور دیتی ہے، آرتھوڈوکس کلیسیا قدیم کونسلوں، آئیکنز اور تھیوسس کی روایت کو آگے بڑھاتی ہے اور پروٹسٹنٹ مکاتب صرف صحیفہ و صرف ایمان کے اصولوں پر کھڑے ہیں۔ جدید ایکومینیکل کوششیں ان فاصلوں کو کم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان خیالات کا دیانتدارانہ مطالعہ ہی تقابلی مذاہب کے طالب علم کی اصل تربیت ہے۔